

حقیقتِ نفاق

منافقین کی صفات اور انکی اقسام

(۶)

از جناب مولوی صدر الدین صاحب اصلاحی

ان کی اخروی زندگی کا حشر تو آپ سن چکے۔ آئیے اب اس امر پر غور کریں کہ امرت اسلام کو ان منافقوں کے ساتھ دنیا میں کس طرح پیش آتا چلے ہے؟ ان کے ساتھ اس کے سیاسی، معاشرتی اور عمرانی تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟ تو جیسا عرض کیا جا چکا ہے، اخروی احکام کی طرح دنیوی احکام کے لحاظ سے بھی وہ نون طبقوں کی نوعیت جداگانہ ہے۔

پہلے طبقہ کے بارے میں قرآن مجید کا بنیادی نقطہ نظر یہ ہے کہ مومن تو اللہ کی پارٹی میں لیکن یہ منافق شیطان کی پارٹی ہیں اُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ (مجادلہ-۳) اس لیے خواہ یہ لاکھ انہار ایمان کریں، امت اسلامیہ — یعنی حزب اللہ — سے ان کا کوئی ربط نہیں ہے، کبھی بھی ملت میں شمار نہ کئے جائیں:

وَيَجْلِفُونَ بِاللَّهِ اِنَّهُمْ لَمِنكُمْ
وَمَا هُمْ مِنْكُمْ (توبہ)

اور یہ منافق قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تمہاری جماعت میں ہیں حالانکہ وہ تم میں نہیں ہیں۔

بلکہ :-

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرُوهُمْ۔
(منافقون-۱)

یہ منافق تمہارے دشمن ہیں، ان سے خبردار رہو۔

کیونکہ دشمن سے کسی بھی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ بالخصوص ایسا دشمن جو دوست نما ہو اس کی خطرناکیوں کا پوچھنا ہی کیا۔ ایسے دشمنوں سے کھلے دشمنوں دکھار، کی بہ نسبت دو چند خبردار اور تیز رہنے کی ضرورت ہے۔ پھر اس "فَاخْذِزَّهُمْ" کی عملی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ:-

فَلَا تَخْذُوا مِنْهُمْ اَوْلِيَاءَ وَلَا تَخْذُوا مِنْهُمْ وَاٰلِيًّا
تو ان منافقوں میں سے اپنے دلی اور دوست
نہ بناؤ..... اور ان میں سے کسی کو اپنا
دوست سمجھو اور نہ مددگار۔

یعنی ان لوگوں سے کامل علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔ انہیں اپنے معاشرتی، انتظامی، تعلیمی، اور سیاسی معاملات سے بالکل دور رکھنا چاہیے اور ان کا مکمل بائیکاٹ کر کے اپنی جماعت الگ کر دینا چاہیے اس بائیکاٹ میں کسی مدد و ہمت کو راہ نہیں دی جاسکتی۔ خصوصاً سیاسی معاملات میں نہ تو ان سے کوئی مشورہ لیا جاسکتا ہے، نہ اپنے رموزِ ملت و مملکت سے انہیں آگاہ کیا جاسکتا ہے۔ اور کسی معاملہ میں ان حضرات کی قیادت و رہنمائی قبول کرنے کا تو تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت کو بار بار متنبہ کرتا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا
تَطْعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ هـ
اے نبی! اللہ سے ڈرو اور ان کافروں
اور منافقوں کی کسی بات کی پیروی نہ کرو۔
(احزاب: ۱۰)

جب ایک مرتبہ کسی آزمائش میں ان کی منافقت، موقع پرستی اور سید باطنی بے نقاب ہو جائے تو حتیٰ اوسع انہیں کسی جہاد میں عام مسلمانوں کے ساتھ نہ شریک کیا جائے، کیونکہ اگرچہ ان کی شرکت سے بظاہر مسلمانوں کی جمعیت بھاری اور ان کی قوت زیادہ نظر آئے گی لیکن دراصل ان کی شرکت مفادِ اسلامی کے حق میں زہر ہوگی؛ اس لیے کہ وہ میدانِ جہاد میں بھی اپنی شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں سے باز نہ آئیں گے اور اسلامی جماعت کی کمزوری اور پراگندگی ہی کا سبب بنیں گے۔

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبًا لَاؤْلَاءِ أَوْ ضَعُفًا خِلَالَكُمْ يَبْغُوا نَفْسَكُمْ
 الْفِتْنَةَ (توبہ - ۷) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں جو غزوہ تبوک کے آلام
 و مصائب کا اندازہ کر کے گھر بیٹھ رہے تھے، حکم صادر کیا کہ:

”اے نبی اگر اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ و سلامت ان منافقوں کے کسی گروہ میں واپس لے جائے
 اور یہ آئندہ کسی موقع پر جنگ کے لیے نکلنے کی اجازت مانگیں تو ان سے کہنا کہ تم میرے ساتھ
 کبھی بھی جنگ کے لیے نہ چلنے پاؤ گے اور نہ میرے ہمراہ کسی دشمن سے لڑنے پاؤ گے۔ تم نے
 پہلی مرتبہ (میرے ہمراہ جنگ کے لیے چلنے کے بجائے) گھر بیٹھ رہنے کو پسند کیا تو اب بھی پیچھے
 رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ (توبہ - ۱۱)

اور یہ حکم اس وقت اور موکد اور ضروری ہو جاتا ہے جب مقابلہ آسان ہو، تکلیف
 کا اندیشہ کم ہو اور نتیجہ جنگ کے طور پر بہت کچھ فوائد حاصل ہونے کی توقع ہو۔ ایسے وقت
 میں منافق بڑی جانفروشی کا اظہار کرتا ہے، سراپا پیکرِ اخلاص بن جاتا ہے اور جنگ میں سب
 سے آگے آگے چلنے کی سعی کرتا ہے۔ حالانکہ یہی ایمان کا جموٹا مدعی کڑی آزمائشوں اور
 سخت قربانیوں کے وقت، اس سے پہلے، ہزاروں جیلے بہانے کر کے گوشہ عافیت
 میں رو پوش ہو چکا ہوتا ہے۔ سو امام وقت کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کو ہرگز ساتھ نہ چلنے
 دے، جیسا کہ سفرِ حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو حکم دیا
 تھا کہ خیر کی سہل الحصول غنائم کے لیے جب غم نہ لکنا تو ان لوگوں کو ہرگز ساتھ نہ لے جانا (قُلْ
 لَنْ يَنْتَفِعُوْنَا) خواہ وہ اپنی اسلامیت کا لاکھ مظاہرہ کریں۔ ہاں اگر حقیقت میں ان کے دل
 بدل جائیں اور وہ واقعی اپنے کو مخلص ثابت کرنا چاہتے ہوں اور اپنے اندر ایمانی قوت پیدا کر کے
 اسلام پر جان نثار کرنے کے آرزو مند ہوں اور محض فائدے کے لیے جنگ میں نہ جانا چاہتے

ہوں تو ان سے کہنا چاہیے کہ ایسی تو خاموش بیٹھو، تمہارے گذشتہ اعمال و اطوار تمہاری منافقت اور بزدلی کا فیصلہ دے چکے ہیں۔ اگر تم اس فیصلہ کو سنو خ کرنا اور اپنی سابق روش سے تائب ہو کر اپنے کمال ایمان اور خلوص اسلام کا ثبوت پیش کرنا اور اپنی پیشانی سے جین نفاق کا کلنگ مٹانا چاہتے ہو تو انتظار کرو ایک ویسی ہی سخت اور کڑی آزمائش کا جو عفریب ایتوی دشمن کے ساتھ مقابلہ کی شکل میں پیش آنے والی ہے۔ کیونکہ حقیقت تو اسی وقت واضح ہوگی اس وقت، جبکہ قربانیوں کا اندیشہ کم اور متاع دنیوی کے حصول کا قرینہ غالب ہے، تمہاری صحیح چارج کا کوئی موقع نہیں۔ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدَّةٌ وَعُونَ أَلِي قَوْمٍ أُوذِيَ بَأْسٍ شَدِيدٍ فَقَاتَلُوا نَهْمٌ أَدْبُسِلُونُ فَإِنْ تَضَيُّعُوا يُؤْتِكُمْ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (فتح - ۲)

پھر ان سے الگ تھک رہنے میں اتنی شدید احتیاط برتنی چاہیے کہ اگر کبھی ان کی طرف سے بظاہر کسی نیک کام کی تحریک ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس سے بھی تعاون نہ کیا جائے۔ اور اگر اس ”نیک“ تحریک کی تہ میں کوئی شیطنت جھلمکتی نظر آجائے تب تو اس کی تمام نر ظاہری خوبیوں اور چمک دمک کے باوجود اس کی علی الاعلان سخت مخالفت کرنی چاہیے۔ دیکھیے مسجد کی حرمت مسلمان کی نگاہ میں کتنی زیادہ ہے اور اس کو بنانے اور آباد کرنے کی سعی کتنی مشکور و محمود۔ مگر جب شیطان کے ایجنٹوں نے اسی مقدس اور محترم شے کو اپنا آلہ کار بنانا چاہا اور نیکی و احسان کے بڑے بڑے دعووں کے ساتھ مسجد قبلہ کے مقابلہ میں ایک اور مسجد بنا کر کھڑی کر دی (دعویٰ یہ تھا کہ کمزور اور بوڑھے مسلمانوں کو رات کے اندھیرے میں زیادہ دور نہ جانا پڑے حالانکہ نیت صرف یہ تھی کہ مسلمانوں کی جماعت میں جو اتحاد اور اختلاف موجود ہے اسے انتشار سے بدل دیا جائے) تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مٹی

اور پتھر کی اس عمارت کو، جسے یہ منافق مسجد کہتے ہیں، نیکی کا مرکز نہ سمجھنا۔ یہ مسجد تو شر کا سرچشمہ ہے جسکی سوتیں عداوتِ حق کے جذبات سے پھوٹی ہیں، جسکی تعمیر غضبِ الہی کی سرزمین پر ہوئی ہے اور جسکے رُخ ٹھیک بابِ جہنم کی طرف ہے اَفَمَنْ آتَسَّ بُدَيًّا نَّهْ عَلَىٰ تَقْوَىٰ ...

اَفَمَنْ آتَسَّ بُدَيًّا نَّهْ عَلَىٰ تَشْفَا جَرْمٍ فِ هَا رِ قَا نَهَا رَ بِلَهٗ فِ نَارِ جَهَنَّمَ - (توبہ - ۱۲۳)۔ اس لیے مسجد کے نام اور اس کے احترام و تقدس کے دھوکے میں نہ آؤ۔ تمہیں اس سے کسی قسم کا تعلق نہ ہونا چاہیے یہاں تک کہ اس میں تم کو کھڑا بھی نہ ہونا چاہیے لَا تَقُمْ فِيهَا اَبَدًا۔

اس ترکِ موالات کی آخری حد یہ ہے کہ ایسے منافقوں کی نہ تو نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے:

وَلَا تَصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُم مَّا تْ
اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ - (توبہ - ۱۱)

اور ان منافقوں میں سے اگر کوئی مر جائے تو کبھی اسکی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ اسکی قبر پر دعائے مغفرت کرنے کیلئے کھڑے ہو۔

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی جلیسے منافق کی بھی آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اسی موقع پر یہ حکم آیا اور اس کے آنے کے بعد آپ نے کسی منافق کی نماز نہیں پڑھی۔

یہاں تک جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ ان تمام منافقین کے حق میں نافذ ہونگے جو اسلام اور کفر دونوں کی ماہیت سمجھنے کے بعد کفر کی پیروی اختیار کریں اور خفیہ یا علانیہ اسلام کے مقابلہ میں کفر کو تقویت دیں، اور اس کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے رہیں۔ لیکن اس مقام سے آگے بڑھنے پر ایک سوال اور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس عدمِ موالات کے باوجود بحیثیت ایک جماعت ان کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کا سیاسی برتاؤ کس طرح کا ہوگا۔

کیا محض ان سے الگ تھلگ ہو رہے اور انہیں اپنی جماعت سے خارج کر دینے ہی پر اکتفا کیا جائے گا یا کوئی اثنائی طرہِ عمل بھی اختیار کیا جائیگا؟ سو قرآنی احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لحاظ سے اس قسم کے منافقوں میں تفریق کی جائیگی۔ اگرچہ اپنی نفاذی جنابت اور اسلام دشمنی کے لحاظ سے تو یہ سب ایک ہی جماعت ہیں۔ لیکن جس طرح تمام کفار اپنے مشرکانہ عقائد اور کافرانہ اعمال کے لحاظ سے ایک ملت ہونے کے باوجود دو مختلف حیثیت رکھتے ہیں یعنی بعض تو کھلے محارب قرار پاتے ہیں اور ان سے کسی قسم کا ربط و ضبط روا نہیں، اور بعض محارب اور مباح الدم نہیں ہوتے اور ان سے عام معاشرتی تعلقات رکھنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کی اجازت ہے، اسی طرح ان درجہ اول کے منافقین میں بھی فرق مراتب ہے۔ ایک تو وہ ہیں جو اسلام دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے اور اپنی سرگرمیاں اسلام کی بیخ کنی کے لیے وقف کیے ہوئے ہوں اور دن رات مسلمانوں پر تباہی لانے کی گھات میں لگے رہتے ہوں اور کفر و کفار کی علی الاعلان و فادارانہ خدمات بجالا رہے ہوں۔ ان کے متعلق شروع میں اللہ تعالیٰ نے صرف یہ تنبیہ نازل کی تھی کہ:

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِبَنَّكَ بِهِنَّ ثَمَّ لَإِيجَابِ مَوَدَّتِكَ فِيهَا
 إِكْلَابِيلاً مَلْعُونِينَ أَيْنَا نَفَقُوا أَخَذُوا
 وَقَتَلُوا نَفْسِيلاً (الاحزاب - ۸)

اگر یہ منافق اور وہ لوگ جنکے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں جموٹی انوا ہیں اڑانے والے اپنی حرکتوں باز نہ آئیں تو اے پیغمبر تمہیں ان کھنڈت ایک ن بھڑکا دینگے پھر وہ تمہیں میں تمہارے پڑوس میں چندوں سے زیادہ ٹھیرنے نہیں پائینگے، ہر طرف سے ان پر پھسکار پڑا رہی ہوگی

اور جہاں میں گے پڑوسے جائینگے اور بری طرح قتل کیے جائینگے۔

کچھ مدت گزرنے پر یہ تنبیہ اور تہدید جو مستقبل سے متعلق تھی، حالیہ احکام کی صورت

میں یوں نازل ہوئی :

فَإِن لَّمْ يَغْتَبِرْ لُوكُمُ وَيَلْقُوا
إِلَيْكُمْ السَّلَامَ وَيَكْفُرُوا أَيْدِيَهُمْ
تَخَذُوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ
وَأُو لَيْكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنًا مُّبِينًا - (انسار - ۱۲)

اگر یہ فتنہ پرداز نفاق تم سے کنارہ کش نہ رہیں ،
نہ تمہیں صلح و آشتی کا پیغام دیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو
روکیں تو انہیں پکڑو اور قتل کرو، جہاں بھی ملیں۔ اور
(منافقوں میں) یہی وہ گروہ ہے جسکے اوپر ہم نے
تمہارے لیے کھلی محبت دے دی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا :

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ -
(سورہ توبہ - ۱۱ - نیز سورہ تہوم - ۲)

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو
اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

ان آیات میں منافقوں کی جو حیثیت بیان کی گئی ہے وہ ان کفار کی حیثیت سے ایک سرسبز
بھی مختلف نہیں ہے جو طت اسلام کے خلاف بند آڑاں ماہوں۔ پس ایک مسلمان کے لیے اس
غیر مبہم فرمان الہی کی رو سے ضروری ہے کہ ہر اس شخص کے خلاف ، جو معتبر قرآن کی بنا پر زہر
بحث طبقہ منافقین میں ہی شمار ہونے کے قابل ہو، اپنے سارے ذرائع سے اٹھ کھڑا ہو۔
امام جماعت پر فرض ہے کہ ان دجالوں کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ ان پر سختی سے
سخت جارحانہ کارروائیوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع کر دے۔ انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا
اور جماعت کو ایسے مہلک عناصر سے یکجہت پاک کر دے۔ اسی طرح عام مسلمانوں کے لیے
ضروری ہے کہ ان سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لیں۔ ان کے خلاف ہر ممکن ذریعہ مجاہدہ
اختیار کریں۔ ان کا سوسائٹی میں سانس لینا دو بھڑ کر دیں۔ خصوصاً جو بد قسمت مسلمان اپنا

کوئی سیاسی مرکز اجتماع اور اپنا کوئی امیر نہیں رکھتے وہ تو ان ترکیبوں پر شدت سے عمل پیرا ہوں کہ ”جہاد“ اور ”غلطت“ کا مفہوم صرف تلوار تک محدود نہیں ہے۔ لیکن اگر نام ہناو مسلمان اپنے وطنی، نسلی، خاندانی، معاشی اور معاشرتی تعلقات کے مصلح کا لحاظ کر کے، یا ان دشمنوں سے فائدے کی امیدیں رکھ کر، یا ان کی طاقت سے مرعوب ہو کر بد اہانت کو راہ دیں، تو انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کشتی کبھی بھی ساحل مراد پر نہیں پہنچ سکتی جس پر سوار ہونے والوں میں سے بعض لوگ اس میں سوراخ کر رہے ہوں اور دوسرے ان کا ہاتھ پکڑنے کے بجائے خاموشی سے طرح دیے جا رہے ہوں۔ رب العزت کی قسم ایسی کشتی ڈوب کر رہے گی اور صرف سوراخ کرنے والے ہی اس کے ساتھ نہ ڈوبیں گے بلکہ خاموشی سے تماشہ دیکھنے والے بھی موجوں کی نذر ہو جائیں گے۔

وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً۔

رہ گئے وہ منافق جو عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے تو اسلام سے پھرے ہوئے ہوں، اور جنہوں نے اسلام و کفر کے فرق کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد کفر ہی کی راہ اپنے لیے پسند کی ہو، مگر جو اسلام کے خلاف عملاً دشمنی نہ کرتے ہوں اور نہ اسلام کے دشمنوں کی اعانت کرتے ہوں، تو ان کے معاملہ میں اگرچہ بائیکاٹ اور عدم مواصلت کے ان تمام احکام پر عمل کیا جائیگا جن کا اوپر ذکر ہوا، لیکن انھیں محارب نہیں قرار دیا جائیگا اور نہ ان کے خلاف جہاد کیا جائیگا، جیسا کہ مؤلف مذکورہ بالا آیات کے انداز بیان سے مستنبط ہوتا ہے۔ کیونکہ ان منافقوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیتے ہوئے اس شرط کا سب سے پہلے تذکرہ کر دیا گیا ہے کہ لَنْ تَمُوتُوا وَاگر یہ منافق اپنی سرگرمیوں سے باز نہ آئے، اور فَاَنْ تَمُوتُوا يَكْفُرًا وَاَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَ يَكْفُرُوا اَيْدِيَهُمْ وَاگر یہ تمہاری مخالفت نہ چھوڑیں اور تم سے صلح کے صلح کے

نہ ہوں اور تمہارے مقابلہ سے اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں)۔ اس کے علاوہ ایک مستقل آیت میں اسی طرح کے منافقوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرَضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا - (النسار - ۴۹)

یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کے لوہا فغانا اسرار کو اٹھ ہی خوب جانتا ہے، پس اسے پیغمبران سے کوئی تعرض نہ کرو، انہیں دانگے انجام سے ڈرا کر انہیں نصیحتیں کرو اور دل نشین پیرایہ میں انہیں سبھاؤ۔

تبلیغ حق اور تذکیر و ہدایت تو رحمتہ للعالمین کا واحد مشن تھا جسے آپ نے پتھوں کی بارش اور زلزلوروں کے سایہ میں بھی فراموش نہ کیا، اس لیے ان منافقوں کو بھی سچائی کی طرف بلانے پر آپ ہمہ وقت مامور تھے۔ لیکن اس وعظ و پند اور ان کی نفاق پرستی سے صرف نظر کر لیجئے گا جو حکم دیا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ ہُمُ الْعَدُوِّ فَاحْذَرْهُمُ کی حدود سے باہر ہیں یا لَا تَطْعَمُ الْكَافِرِينَ وَلَا لَنَا فِئْتِنٌ کے حکم سے مستثنیٰ ہیں، یا لَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وُزُرًا وَلَا نَصِيرًا کی عمومیت سے خارج ہیں۔ یہ ہیں تو بہر حال درجہ اول کے منافق، لہذا سوشل بائیکاٹ کے احکام و ہدایات کے سلسلے میں تو یہ سرگرم عناد و قتال منافقوں کے ساتھ برابر کر رکھے جائینگے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فَخْذٌ وَهُمْ وَاَقْتُلُوهُمْ کی زد ان پر نہیں پڑتی۔ ورنہ باقی ہر حیثیت سے عام مسلمانوں کو اس قسم کے منافقوں سے عدم ملامت کی اسی پالیسی پر عمل پیرا ہونا چاہیے جس کی توضیح سطور بالا میں کی جا چکی ہے۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو۔ خدا کی سنت کے مطابق۔ نفاق، کور باطنی اور بے ضمیر کی کاڑنگ آہستہ آہستہ ان کے آئینہ قلب پر بھی چڑھنے لگے گا اور ایک وقت آئیگا کہ ایمان کی ساری روشنی اس کے نیچے مستور ہو جائے گی۔

اس کے بعد دوسرے طبقہ کو لیجئے جو ضعیف اور جہلا پر مشتمل ہے۔ ان کے بارے میں قرآن زیادہ تفصیلات نہیں پیش کرتا۔ لیکن ایک جامع اصول اس نے ایسا بیان کر دیا کہ جو ہر تفصیل طلب امر کے سلسلے میں رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ جو لوگ ایمان کا دعویٰ تو کر لیتے تھے لیکن ہجرت کی قربانی دینے کی تاب نہ لاسکے ان کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا
مَالِكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ
يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَبُوا فِي الدِّينِ
فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ رِجَالِكُمُ
وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ مَّا (انفال - ۱۰)

جو ایمان تو لائے لیکن انہوں نے ہجرت نہ کی ان کی ولایت تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ بھی تمہاری طرح ہجرت نہ کریں۔ ہاں اگر دین کے معاملہ میں وہ تم سے مدد طالب ہوں تو تم پر ان کی مدد فرض ہے نہ تمہاری مدد کسی ایسی قوم کے خلاف نہ ہو جس سے تمہارا کوئی معاملہ ہو چکا ہو۔

اس آیت میں ان کی خبیثیت بالکل بے نقاب کر دی گئی ہے۔ اس بارے میں تو وہ دوسرے پختہ کار منافقوں ہی کی سطح پر ہیں کہ مسلمانوں کے وہ اولیاء نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس اشتراک لفظی کے اندر بھی اختلاف معنی کی جھلک موجود ہے اور آیت کے مختلف ٹکڑے صاف بتا رہے ہیں کہ اس عدم موالات میں اور اس قطع تعلقات میں جس کا طبقہ اولیٰ کے منافقوں کے بارے میں حکم ہوا ہے، بہت کافی فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ ملت اسلامیہ میں شمار نہیں ہونگے، بعینہ اس طرح جس طرح کہ طبقہ اولیٰ کے منافقین ملت کے ارکان نہیں سمجھے جاسکتے۔ لیکن اس طبقہ منافقین کی طرح نہ تو ان پر سختی اور غلظت کی جاسیگی نہ ان سے قتال کیا جائیگا نہ انہیں قتل اور گرفتار کیا جائیگا بلکہ اگر ان کفار کے خلاف جنگ نزعہ میں وہ گھرے ہوئے ہوں، یہ امداد طلب کریں اور اس امداد کے ذریعہ حلقہ کفر سے اپنے کو نجات دلانا اور حقیقی اسلامی زندگی بسر کرنے کے لیے آندا ماحول پیدا کرنا

دارتیباب کی خارزار سے نکل جائیں کہ رضائے الہی کے دارالسلام کے واقعی مستحق بن جائیں۔ پس یہی حکمت عملی آج بھی مسلمانوں کو اختیار کرنی چاہیے۔ ہاں یہ احتیاط رہے کہ **مَا لَكُمْ مِنْ دَلٍّ**۔ یہ تھہر من شیخ کافرمان لگا ہوں سے ادھمل نہ ہونے پائے، جو بے شمار حکمتوں اور دانائیوں کا حامل ہے۔ باوجود ہر طرح کی ہمدردی اور شدت اعتناء کے یہ لوگ اس کے ستوار ہرگز نہیں ہیں کہ انہیں عزت اللہ کا رکن سمجھا جائے اور انہیں وہی ملی اور یہی حقوق دیئے جائیں جو حقیقی مسلمانوں کا حصہ ہیں۔ نہیں، نہ تو امت کے جماعتی حقوق سے یہ لوگ مستفید ہو سکتے ہیں، نہ انہیں نظم و نسق ملی میں کسی طرح شریک و سہم بنا یا جاسکتا ہے، اور نہ اسلامی رموز و مصالح کے بارے میں ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اور ان میں سے کسی کو ملت کا قائد بنانے کا تو اس وقت تک تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ قومی ملی تباہی اور ہلاکت کے محض نامہ پر دستخط نہ کر دیئے جائیں۔

تیسرے طبقہ کا جس کا نفاق دراصل جہالت اور نادانانہ واقفیت پر مبنی ہے، اس سے فرط مختلف حکم ہے۔ اس طبقہ کے لوگ جو اسلام سے ناواقف ہونے کے باعث کافرانہ خیالات اور کافرانہ طرز زندگی رکھتے ہیں، اور اسی نادانانہ واقفیت کی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں ان کو محض ان کے ناموں اور بن کی پیدائش کا لحاظ کر کے مسلمان سمجھنا غلطی ہے۔ دراصل اسکے مستحق ہیں کہ ان کے سامنے اسلام اسی طرح پیش کیا جائے جس طرح غیر مسلموں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ پہلے انہیں اسلام کے اصول و نظریات سے اچھی طرح باخبر کیا جائے اور واضح طور پر اسلامی شرائط و غیر اسلامی سبیل الغایت کفر کو سمجھایا جائے اور ان سے صاف کہہ دیا جائے کہ یا تو اپنے دل و دماغ کو اسلام کے حوالے کر دو اور زندگی کی ہر منزل میں اسلام جو ہدایت دے اس پر بے چون و چرا عمل کرو، ورنہ اسلام سے علیحدگی کا کھلے طور پر اعلان کر دو، اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ اپنا

رشتہ چاہے مارکس اور لینن سے جوڑ دیا، ہیگل اور ڈارون سے، اپنا کعبہ چاہے برلن یا ماسکو کو بنا دیا لندن اور پیرس کا طواف کرو۔ پھر کسی مسلمان کو تم سے کوئی غرض نہ ہوگی۔ لیکن اس وضوح حق کے بعد بھی اگر وہ اپنی اسی دورنگی پالیسی پر چلتے رہیں، اور ایک پاؤں کشتی اسلام میں اور دوسرا کشتی کفر میں رکھ کر زندگی کا سفر طے کرنے کی کوشش کریں تو اس صورت میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ بلا کسی رو رعایت کے ان کا پاؤں پکڑ لیں اور کشتی اسلام سے اسکو نکال پھینکیں۔

اسی طرح اس طبقہ کے جو لوگ اسلام سے جاہل اور غیر اسلامی عقائد و اعمال کے پیرو ہیں کے باوجود محض ”قومی“ تعلق کی وجہ سے مسلمانوں کی دینی ترقی اور سیاسی حقوق اور مادی غلبہ کے لیے جدوجہد کرنے کے لیے اٹھتے ہیں، ان سے بھی مسلمانوں کو دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ انکی کسی سیاسی یا عسکری یا تعلیمی تحریک سے مسلمان اپنی حقیقی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہ ملت اسلام کے قائدین کے اہل نہیں، بلکہ اس کے مستحق ہیں کہ پہلے ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اور جب تک یہ ایمان لا کر احکام اسلامی کے آگے سر نہ جھکا دیں، ان کو قیادت تو درکنار، ملت کی صف اول میں بھی کھڑا نہ ہونے دیا جائے۔

یہ ہے نفاق کی حقیقت اور یہ ہیں منافقین کی علامتیں اور ان کے احکام۔ بہرمان جو اپنے کو مسلمان رکھنا اور کہلانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے مقامی حالات اور اپنے گرد و پیش کے لوگوں پر نظر ڈال کر منافقوں کو پہچانے اور ان میں تمیز کرے اور ان مطالبات قرآنی سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے۔ اس بارے میں، ملک، نسل، قوم، وطن، خاندان اور خون کے تعلقات یا وقتی مصلحتیں اسے مہنت پر آمادہ نہ کریں۔ جو لوگ کسی مصلحت یا کسی کمزوری کی بنا پر منافقین کے ان طبقوں میں سے کسی طبقہ کے ساتھ مہنت برتینگے وہ آخر کار خود اپنے ایمان کو خطر میں ڈال دینگے۔